تحقیق و تنقید

اکرام اللہ ساجد

قسط (۳)

عورت، پردہ اور اسلامی تعلیمات

پروفیسر وارث میر، معرفت روزنامہ "جنگ" کے نام!

بیرونِ ملک کھیل کے میدانوں میں مسلمان بہو بیٹیوں کو روانہ کرکے "پورے ملک اور قوم کے وقار" کا "تحفظ" کرنے کے بعد، پروفیسر صاحب اب خود، تحقیق و تنقید کی جولانگاہ میں قدم رنجہ فرماتے ہیں ——— وضاحتوں والے مضمون کی دوسری قسط کی ابتداء ہی میں ارشاد ہوتا ہے:

"حضرت شاہ عبدالقادر نے پردے کے حکم کی توجیہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے "پہچانی پڑیں کہ لونڈی نہیں، بی بی ہے صاحبِ ناموس، بدذات نہیں نیک بخت ہے" ——— ہمارے نزدیک قرآنِ مجید کی تفسیر و ترجمہ کرنے والی تمام شخصیتیں محترم ہیں اور شاید ہم گنہگار ہی قرآنی احکام کی تفسیروں میں پوشیدہ اس قسم کی حکمتوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں، جن کی رُو سے کنیز اور لونڈی کو ایک قابلِ احترام اور مکمل عورت یا انسان تسلیم کرنے میں آج بھی تامل کیا جاتا ہے۔ جو لوگ پردے کے احکام صرف آزاد عورتوں تک محدود رکھنے پر اصرار کرتے ہیں، دوسرے الفاظ میں پاکستانی معاشرے میں لونڈیوں کو پالنے کی رسم دوبارہ شروع کرنے کی بات کرتے ہیں۔ یعنی ان کی خواہش کے مطابق، آج کے پاکستانی معاشرہ میں چودہ سو سال پہلے کا ماحول پیدا ہو۔ اور چند شریف اور معزز عورتیں صرف ایک آنکھ کھلی رکھ کر گھر سے نکلیں۔ جبکہ عام مسلمان عورتیں لونڈیوں کی طرح کھلے چہرے کے ساتھ اندر باہر جائیں آئیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بعض "نیک" حلقے پاکستانی

معاشرے میں لونڈیوں اور کنیزوں کی عدم موجودگی میں بہت پریشان رہتے ہیں!"

پروفیسر صاحب کو ہم سے یہ شکوہ نہ ہو کر ہم نے ان کی ہر بات کی تردید کو اپنا شیوہ بنا لیا ہے، اس لیے اس مقام پر ہم پورے خلوصِ قلب اور انشراحِ صدر کے ساتھ ان کی اس بات کو تسلیم کرنے میں کوئی حیل و حجت نہیں کریں گے کہ "قرآنی احکام کی تفسیروں میں پوشیدہ اس قسم کی حکمتوں کو سمجھنے سے قاصر رہ کر" وہ "شاید" نہیں بلکہ یقیناً بہت بڑے گنہگار ہیں، اور خواہ مخواہ کسرِ نفسی سے کام لے رہے ہیں! —— اس کے ساتھ ہی ساتھ تاریخِ اسلامی سے انتہائی بے بہرہ ہونے کا "ہدیۂ عقیدت" بھی ہم ان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں

ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف!

ہم تو اسی وقت چوکنے ہو گئے تھے، جب "علماء کا علم و فضل انہیں بہت محدود نظر آیا تھا" اور ہمیں یہ یقین ہو گیا تھا کہ وہ ضرور کوئی نہ کوئی گُل کھلائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ہمیں مایوس نہیں فرمایا۔ اور یہ دلچسپ اطلاع ہمیں دی ہے کہ اسلام میں لونڈیاں کسی رسم کے تحت پائی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں آزاد عورت کی تعریف انہوں نے "چند شریف اور معزز عورتیں" بیان فرمائی ہے۔ جبکہ "عام مسلمان عورتوں" کو لونڈیاں قرار دے دیا ہے —— بایں ہمہ، یہ معمہ ذرا حل طلب ہے کہ جن "کنیزوں اور لونڈیوں کو قابلِ احترام اور مکمل عورت یا انسان تسلیم کرتے میں آج بھی تامل کیا جاتا ہے"، "پاکستانی معاشرہ میں ان کا وجود" آج "کہاں پایا جاتا ہے؟ —— جہاں تک ان کی تحریر کا تعلق ہے، تو اس سے تو یہی مستنبط ہوتا ہے کہ عام مسلمان عورتیں جو کھلے چہرے کے ساتھ اندر باہر جائیں آئیں، سب کی سب لونڈیاں ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان کی خانہ ساز لغت کی اس تعریف کو اگر ہم اپنے مذکورہ سوال کا جواب تصور کر لیں، تو دوسری الجھن یہ پیش آتی ہے کہ پاکستانی معاشرے میں ایسی "لونڈیاں" تو حدِ شمار سے خارج ہیں، جو کھلے چہرے کے ساتھ اندر باہر جاتی آتی ہیں، پھر پروفیسر صاحب کے بقول بعض نیک حلقوں کا لونڈیوں اور کنیزوں کی عدم موجودگی میں پریشان رہنا کیا معنی رکھتا ہے؟

ع جو بات کی، خدا کی قسم، لاجواب کی!

قارئینِ کرام غور فرمائیں تو انہیں معلوم ہو گا کہ پروفیسر صاحب نے یہاں بڑے چپکے سے یہ بھی تسلیم فرما لیا ہے کہ شریف اور معزز عورتیں وہ ہوتی ہیں جو (جلباب اوڑھے ہوئے) ایک آنکھ کھلی رکھ کر گھر سے باہر نکلیں —— اگرچہ یہی بات ایک دوسرے مقام پر پروفیسر صاحب

نے علمائے اسلام سے خود ہی منسوب کر کے، پھر ان کا مذاق بھی اڑایا ہے اور لکھا ہے کہ:

"ہم ایسے علمائے کرام کو حکمتِ اسلام کا امین تصور کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں جو موجودہ خلائی اور کمپیوٹر عہد میں بھی صرف ان عورتوں کو شریف اور معزز تسلیم کریں جو گھر سے باہر نکلیں تو صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لیے کھلی رکھیں اور کھلے چہرے اور ہاتھوں کے ساتھ باہر نکلنے والی عورتوں کو عربوں کی کنیزوں اور لونڈیوں کے مترادف سمجھیں[1]!"

—— ہاں اگر پروفیسر صاحب کا اپنا یہی خیال ہو تو وہ ضرور حکمتِ اسلام کے امین متصور ہوں گے، جیسا کہ ان کی (پہلی) عبارت سے ظاہر ہے! —— شاید یہی وجہ ہے کہ انہوں نے علمائے کرام کی کچھ نہ کچھ مخالفت ضروری خیال کرتے ہوئے، چودہ سو سال پہلے کے شریفانہ ماحول کا تمسخر اڑایا ہے۔ اور اس ماحول کی خواہش کرنے والے بھی ان کی نگاہوں میں بچھنے سے قاصر رہے ہیں!

البتہ یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ پردے کے احکام آزاد عورتوں تک محدود رکھنے سے پاکستانی معاشرے میں لونڈیاں کیسے پلنا شروع ہو جائیں گی؟ —— کیا ہی بہتر ہو کہ پروفیسر صاحب اس "وضاحت" کی بھی وضاحت فرما دیں!

طرفہ یہ کہ اس مقام پر پروفیسر صاحب کو یہ شکایت بھی ہونے لگی ہے کہ پردے کے احکام صرف آزاد عورتوں تک محدود رکھنے پر اصرار کیوں کیا جاتا ہے؟ چنانچہ وہ ان احکام کو اب آزاد عورتوں سے بڑھ کر کنیزوں اور لونڈیوں تک بھی وسعت دے دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس سے قبل آزاد عورتوں کو بھی باپردہ دیکھنا انہیں گوارا نہیں ہے —— اور چلا اٹھے ہیں کہ:

"یہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مغربی ممالک میں آباد مسلمان بچیوں کو برقع اوڑھنے

---

[1] خط کشیدہ عبارت میں جو بات علمائے اسلام سے منسوب کی گئی ہے، پروفیسر صاحب کی اپنی ذہنی اختراع ہے، علمائے کرام ایسا نہیں سمجھتے! —— علماء حضرات پر ایسی ہی کرم فرمائیاں انہوں نے اپنے مضامین میں جابجا کی ہیں، جن کو ہم نظر انداز کر رہے ہیں!

—— بایں ہمہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ:

"ہم تو صاحب علم و نظر بزرگوں کے خوشہ چین ہیں!"

کی تلقین سے کیا مثبت نتائج برآمد ہو سکتے ہیں!"

نیز فرمایا ہے کہ:

"عصرِ حاضر میں اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی معاشرہ میں جلباب یا دوپٹے کے بغیر راہ چلتی عورت کو کوئی تنگ نہیں کرتا، تو کیا وہاں بھی چادر اور دوپٹہ اوڑھنا ضروری ہو جائے گا؟"

—— ہاں البتہ جہاں تک لونڈیوں کا تعلق ہے، پروفیسر صاحب کو یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ:

"غضب خدا کا، بقول ان کے خدا نے بدمعاشوں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے کہ وہ مسلمان لونڈیوں کی عصمت کا شیشہ چور چور کرتے پھریں۔ اور آزاد مسلمان عورتیں بچی رہیں، عورت اور دین کے اس استحصال پر کون پتھر دل خون کے آنسو نہ روئے گا؟"

ایک لطیفہ یاد آیا ہے، آج سے چند برس پیشتر، پروفیسر صاحب ہی کے ایک بھائی بند کوثر نیازی صاحب نے قومی اتحاد کے مقابلے میں پیپلز پارٹی کے سٹیج سے یہ اعلان فرمایا تھا کہ:

"قومی اتحاد کی حکومت آئے گی تو ہر گھر میں چار چار بیویاں اور پانچ پانچ باندیاں ہوں گی!"

حالانکہ نہ اس وقت، اور نہ آج ہی پاکستان میں باندیوں اور کنیزوں کا کوئی سراغ ڈھونڈے سے ملتا ہے، اور قاضی جی شہر کے اندیشے میں خواہ مخواہ دبلے ہو رہے ہیں!

قارئینِ کرام، آپ نے دیکھا کہ پروفیسر صاحب کس بری طرح لڑکھڑاتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں؟ —— اسلامی موضوعات پر لکھنے والے اگر کتاب و سنت کی تعلیمات کو حرزِ جان نہ بنائیں تو قدم قدم پر ٹھوکریں، یونہی ان کا مقدر بن جایا کرتی ہیں۔ اور وہ یوں جگ ہنسائی کا نشانہ بنتے ہیں کہ "اَلَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ" کے مصداق ان پر خللِ دماغی کا اندیشہ ہونے لگتا ہے! —— بیچارے پروفیسر صاحب کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا ہے —— لیکن ابھی تو ۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

پروفیسر صاحب کی "جدید زندگی کے مسائل" میں یہ مسئلہ شامل ہی نہ تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے لونڈی اور غلاموں کی یہ بحث اپنے مضامین میں جا بجا چھیڑی ہے۔ بلکہ ایک مکمل

قسطاً انہوں نے لونڈیوں کے حضور نذر کر دی ہے ـــــ سوال یہ ہے کہ اگر اس مسئلہ سے متعلق معمولی شُد بُد بھی انہیں حاصل نہ تھی، جیسا کہ گزشتہ سطور سے ظاہر ہے، تو یہ سارا جھنجھٹ انہوں نے کیوں پالا اور "آ بیل مجھے مار" والی حماقت ان سے کیوں سرزد ہوئی ؟ ـــــ محض اس لیے کہ لونڈیوں کے ذکرِ خیر سے عورت کے استحصال کا فرضی نعرہ بلند کرنا ان کی ضرورت تھی، تاکہ مسلمان عورتوں کو، اسلام ہی کے حوالہ سے، اسلامی احکام و قیود سے بغاوت پر آمادہ کیا جا سکے ! ـــــ جس کی پہلی منزل یہ تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح عورت کے چہرے کو پردے سے مستثنیٰ ثابت کر سکیں، کیونکہ مغربیت کے پرچار اور ان کی غلیظ خواہشات کی تکمیل میں برقع بری طرح حائل تھا ـــــ اور یہ برقع اتروانے کے لیے بھی انہیں لونڈیوں ہی کے حوالہ کی ضرورت تھی ـــــ چنانچہ سب سے پہلے تو انہوں نے لونڈیوں کو آزاد عورتوں کی صف میں کھڑا کرنا ضروری خیال کیا ـــــ اور یہ جو کچھ آپ شروع میں پڑھ آئے ہیں، اسی مقصد کے حصول کی ایک بھونڈی کوشش اور اولین کڑی تھی ! ـــــ

ـــــ اس کے بعد ذرا کھل کر لکھا کہ :

"پہلا قابلِ غور نکتہ تو یہی ہے کہ کیا جلباب (چادر) کے حکم سے لونڈیوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا تھا ؟"

بغیر یہ سوچے سمجھے کہ ایک طرف تو وہ آزاد عورت کو بھی جلباب سے بے نیاز کر دینے کے لیے بیتاب ہیں، اور دوسری طرف لونڈی کو بھی برقع پہنا دینے کے لیے بے قرار ! ـــــ بہرحال جب لونڈیوں کو بھی انہوں نے وہی حقوق عطا فرما لیے جو آزاد عورتوں کو حاصل ہیں، اور ان پر بھی وہی پابندیاں عائد کر لیں جو آزاد عورتوں پر عائد ہیں، تو پھر تاریخ سے ستدلی کہ :

"تاریخ کی اس شہادت کو کون جھٹلا سکتا ہے کہ لونڈیاں اس زمانے میں بکثرت باہر آتی جاتی تھیں اور ان کا چہرہ اور ہاتھ کھلے رہتے تھے !"

لیکن پروفیسر صاحب چونکہ عورت کے سر سے دوپٹہ اتار کر اسے اپنی عقل کی زینت بنا چکے تھے، لہٰذا "تاریخ کی اس شہادت" سے بھی انہوں نے کوئی سبق حاصل نہ کیا۔ اور یہ نہ سوچا کہ صرف لونڈیاں ہی کیوں ؟ آزاد عورتوں کے بکثرت باہر جانے آنے میں کون سا امر مانع تھا، اور ان کے چہرے اور ہاتھ کیوں کھلے نہ رہتے تھے ؟ ـــــ یہی وجہ ہے کہ منزل پر پہنچنے کے باوجود منزل ہی ان سے روٹھ گئی اور عقل نے وہ اڑنگا بٹھنی دی کہ آپ کو مغربیت کی گود میں گرا کر ہی دم لیا ـــــ نتیجتاً وہ پکار اُٹھے کہ :

"پس اجلباب نزدیک کرنے کا حکم چہرہ چھپانے کا حکم نہیں ہے۔ اور اسلام[1] نے عورتوں کو اجازت دی ہے کہ بوقتِ "ضرورت" چہرہ کھول کر باہر جائیں آئیں!"

—— اب ظاہر ہے، پروفیسر صاحب کو اس مزعومہ عبارت کی کوئی بنیاد بھی درکار تھی، سو وہ انہیں کسی کتاب سے محلّی ابنِ حزم کے حوالے سے مل گئی کہ:

"آزاد عورت اور لونڈی میں فرق کرنا عجیب دھاندلی ہے، خدا کا دین سب کے لیے ہے، دونوں کی خلقت ایک ہے اور دونوں کی طبیعت بھی ایک ہے، پھر دونوں میں یہ فرق کرنا کہ ایک کے لیے یہ حکم ہے اور دوسری کے لیے یہ، بغیر کسی دلیل کے لائقِ سماعت نہیں ہے!"

لیکن "علم و فضل" نے یہاں بھی شدید ٹھوکر کھائی تو بیٹھے بٹھائے ابنِ حزم کی صف میں علامہ آلوسی کو بھی شامل کر دیا اور لکھا کہ:

"آلوسی روح المعانی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ نساء المؤمنین میں آزاد عورتیں اور لونڈیاں دونوں شامل ہیں۔ بلکہ لونڈی کے کام کاج کے لیے اندر و باہر جاتے آتے سے فتنہ کا دروازہ آزاد عورتوں کی نسبت زیادہ آسانی سے کھلنے کا خطرہ ہے!"

—— اب پروفیسر صاحب بیچارے روح المعانی کو کیا جانیں، جس کا منہ بولتا ثبوت ان کے یہ الفاظ ہیں کہ "آلوسی روح المعانی کے حوالے سے لکھتے ہیں!" —— یعنی انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ روح المعانی علامہ آلوسی کی تفسیرِ قرآن ہے۔ ورنہ یہ الفاظ یوں ہوتے کہ:

"آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں!" —— یہی وجہ ہے کہ مذکورہ بالا عبارت کو انہوں نے خواہ مخواہ علامہ آلوسی سے منسوب کر دیا —— اصل کتاب اگر ان کے سامنے ہوتی اور بشرطیکہ وہ اسے سمجھ بھی سکتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ تفسیر روح المعانی میں یہ علامہ آلوسی کا اپنا قول نہیں، بلکہ یہ ابو حیان کا قول انہوں نے نقل کیا ہے —— ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی، جلد ۸ ص ۸۹ (مطبوعہ ملتان) سطر ۲۵، جس کے شروع میں ہی "قَالَ اَبُو حَیَّان" کے بڑے واضح الفاظ پروفیسر صاحب کی عقل و بصیرت پر پڑے ہوئے جہالت کے دبیز پردوں کا اعلان کرتے

[1] پروفیسر صاحب کا وہی "اسلام" جس نے خواتین کے میچ کھیلنے پر کوئی پابندی عائد نہیں کی۔ اور جس کا ذکر ہم گزشتہ صفحات میں کر آئے ہیں۔

دکھائی دیتے ہیں ـــــ پھر اس کے بعد وہ عبارت ہے جس کا اردو ترجمہ پروفیسر صاحب نے کہیں سے نقل کیا ہے! ـــــ اور ناظرین حیران ہوں گے کہ جہاں تک علامہ آلوسی کا اپنا تعلق ہے، وہ اسی عبارت سے معاً قبل سطر ۲۱ میں ابوحیان (اور ابن حزم کے بھی) مذکورہ موقف کی نہ صرف بھرپور تردید فرمارہے ہیں، بلکہ اس کے برعکس اپنے موقف کی تائید میں ابن ابی شیبہ اور حضرت انسؓ کے واسطہ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرزِ عمل کا حوالہ بھی دیتے ہیں کہ وہ آزاد عورت اور لونڈی کے پردہ کے درمیان امتیاز' لازمی قرار دیتے تھے ـــ پروفیسر صاحب کو اگر توفیق میسر ہو تو وہ اصل کتاب ضرور دیکھیں، ان کی آنکھیں کھل جائیں گی! علاوہ ازیں ان دلائل سے قبل بھی (ص۸۹ پر) علامہ آلوسی نے "یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ الآیۃ!" کے تحت (سطر ۲۳ تا ۲۶ میں) آزاد عورت اور لونڈی کے درمیان پردے کا یہ امتیاز ذکر فرمایا ہے۔ اور اس کے لیے رُوِیَ عَنْ غَیْرِ وَاحِدٍ "یعنی" کئی لوگوں سے یہ روایت ہے" کے الفاظ درج کئے ہیں!

لیکن پروفیسر صاحب اپنی ہی مُرلی بجا رہے ہیں کہ:

"عورت کے پردے کے مسئلہ میں آلوسی اور ابن حزم کے موقف کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ پردے کے احکام سے لونڈیوں کو خارج کردینا قرآن کی تعلیمات کے مطابق نہیں ہے!"

اجی پروفیسر صاحب، ہم کہہ رہے ہیں کہ علامہ آلوسی نے یہ موقف اختیار ہی نہیں کیا، بلکہ وہ تو الٹا احتجاج کررہے ہیں، پھر آپ اس کی روشنی میں اپنی کہنے والے کون ہوتے ہیں؟ ہاں آپ ابوحیان کا نام لیجئے، جن کو آپ نے "موجودہ خلائی عہد کے کمپیوٹر" کی مدد سے علامہ آلوسی سمجھ لیا ہے! ـــ چنانچہ ہمارا مخلصانہ مشورہ آپ کو یہ ہے کہ اگر آپ کا یہ کمپیوٹر اسی قدر غلط نتائج دیتا ہے، تو اس پر لعنت بھیجئے، اور جاکر کسی عالمِ دین کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیجئے، ورنہ اسلامی موضوعات پر لکھنے کا خیال بھی ذہن میں نہ لائیے، کہ آپ اس میدان میں اجنبی ہیں، لہٰذا نااہل بھی!

اس مقام پر ہم پروفیسر صاحب کو یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ خود علامہ ابوحیان، جن کی عبارت انہوں نے اپنے مضمون میں نقل کرکے دھوکا کھایا ہے، آزاد عورت کے چہرے کو

پردے سے مستثنیٰ نہیں جانتے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :

" وَقَوْلُهُ تَعَالٰى : يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ اِشْتَمِلْ لِجَمِيْعِ اَجْسَادِهِنَّ اَوِ الْمُرَادُ بِقَوْلِهٖ عَلَيْهِنَّ اَيْ عَلٰى وُجُوْهِهِنَّ لِاَنَّ الَّذِيْ كَانَ يَبْدُوْ مِنْهُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ هُوَ الْوَجْهُ "

(البحر المحیط ج ۷، ص ۲۵۰)

کہ" یہ فرمانِ الٰہی " يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ " پورے جسم کو شامل ہے۔ یا " عَلَيْهِنَّ " سے مراد ہی ان کے چہرے ہیں، کیونکہ جاہلیت میں یہی چہرے ننگے رہا کرتے تھے!"

گویا اب پروفیسر صاحب کے لیے یہ گنجائش بھی ختم ہوئی کہ وہ آزاد عورت اور لونڈی کو ایک صف میں کھڑا کر کے ہی اپنا مطلب نکال سکیں۔ اس لیے کہ ان کے ممدوح جناب علامہ ابوحیان یہی موقف اختیار کرنے کے باوجود، عورت کو چہرہ ننگا کرنے کی نہ صرف اجازت نہیں دیتے، بلکہ ان کے نزدیک پردے کا ہدف ہی عورت کا چہرہ ہے ——— آہ!

ع جن پہ تکیہ تھا، وہی پتے ہوا دینے لگے!

اگر بات اب بھی پروفیسر صاحب کی سمجھ میں نہ آئی ہو تو ہم دوبارہ عرض کئے دیتے ہیں! ——— علامہ ابوحیان کے ان ہر دو اقوال کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ پردے کے مسئلہ میں انتہائی متشدد واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے "نساء المؤمنین" میں لونڈی اور آزاد عورت دونوں کو داخل ہی اس لیے کیا ہے تاکہ دونوں کو برقع پہنا سکیں، جبکہ آپ نے یہ حرکت اس لیے کی ہے کہ دونوں کا برقع اتار پھینکیں

ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک!

——— پروفیسر صاحب آپ پر وہی مثل صادق آتی ہے کہ ؎

بھان متی نے کنبہ جوڑا
کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا

آپ کی مزعومہ عمارت تو گر ہی گئی تھی، اب روڑے اور اینٹیں بھی غائب ہو گئیں، نصف بنیاد بھی اس بری طرح مسمار ہوئی کہ علامہ آلوسی نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا تو خود حضرتِ معمار

ہی زمین چاٹتے نظر آتے ہیں!ــــ اب باقی نصف بنیاد امام ابنِ حزم کی ایک عبارت رہ جاتی ہے، سو اس کا بھی ہم بندوبست کئے دیتے ہیں!ــــ ملاحظہ ہو:

امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (المتوفیٰ ۳۱۰ھ) اپنی شہرۂ آفاق تفسیر "جامع البیان" ج ۱۰ میں لکھتے ہیں:

"یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ ــــ الخ لَا تَتَشَبَّهْنَ بِالْإِمَاءِ فِی لِبَاسِهِنَّ إِذَا هُنَّ خَرَجْنَ مِنْ بُیُوتِهِنَّ لِحَاجَتِهِنَّ فَكَشَفْنَ شُعُورَهُنَّ وَوُجُوهَهُنَّ وَلٰكِنْ یُدْنِینَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ لِئَلَّا یَعْرِضَ لَهُنَّ فَاسِقٌ إِذَا عَلِمَ أَنَّهُنَّ حَرَائِرُ بِأَذًی مِنَ الْقَوْلِ ــــ انتھٰی!"

کہ "اے نبیؐ، اپنی بیویوں سے فرما دیجئے، اپنے لباس میں لونڈیوں سے مشابہت اختیار نہ کریں، جب وہ کسی ضرورت کے تحت اپنے گھروں سے نکلیں (اس حالت میں کہ) اپنے بالوں اور چہروں کو کھولے ہوں، ہاں لیکن اپنی اوڑھنیاں اپنے اوپر اوڑھ لیں تاکہ کوئی فاسق، انہیں آزاد جان کر ان سے کوئی تعرض نہ کرے اور کوئی تکلیف دہ بات نہ کہہ سکے!"

امام نیشاپوری لکھتے ہیں:

"كَانَتِ النِّسَاءُ فِی أَوَّلِ الْإِسْلَامِ عَلٰی عَادَتِهِنَّ فِی الْجَاهِلِیَّةِ مُتَبَذِّلَاتٍ یَبْرُزْنَ فِی دِرْعٍ وَخِمَارٍ مِنْ غَیْرِ فَصْلٍ بَیْنَ الْحُرَّةِ وَالْأَمَةِ فَأُمِرْنَ بِلُبْسِ الْأَرْدِیَةِ وَسَتْرِ الرَّأْسِ وَالْوُجُوهِ"

کہ "اوائلِ اسلام میں عورتیں اپنی جاہلی عادات کی بنا پر دوپٹہ اور قمیص میں، بلا امتیاز لونڈی اور آزاد عورت کے، باہر نکلا کرتی تھیں۔ چنانچہ اب چادریں اوڑھنے اور اپنے سر اور چہرہ کو ڈھانپنے کا حکم دی گئیں"

امام ابن الجوزی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"أَیْ یُغَطِّینَ رُءُوسَهُنَّ وَوُجُوهَهُنَّ لِیُعْلَمَ أَنَّهُنَّ حَرَائِرُ؟"

(زاد المسیر ج ۶ ص ۴۲۲)

"یعنی اپنے سروں اور چہروں کو ڈھانپ لیں، تاکہ معلوم ہو سکے، وہ آزاد عورتیں ہیں"!

شیخ معین الدین محمد بن عبدالرحمان تفسیر جامع البیان میں لکھتے ہیں:

"یُرْخِیْنَهَا عَلَیْهِنَّ وَیُغَطِّیْنَ وُجُوْهَهُنَّ وَاَبْدَانَهُنَّ وَقَالَ اُمِرَتِ الْاَحْرَارُ بِاِرْخَاءِ الْجِلْبَابِ لِتَمَیَّزَ الْاَحْرَارُ مِنَ الْاِمَآءِ"

"یعنی وہ (چادروں کو) اپنے اُوپر ڈال لیں اور اپنے بدن اور چہروں کو ڈھانپ لیں۔ اور آزاد عورتیں پردہ لٹکانے کا حکم دی گئیں تاکہ وہ لونڈیوں سے ممتاز ہو سکیں"

معالم التنزیل میں ابو حسین بن مسعود الفراء البغوی نے لکھا ہے:

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّاَبُوْ عُبَیْدَةَ اُمِرَ نِسَآءُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ یُّغَطِّیْنَ رُءُوْسَهُنَّ وَوُجُوْهَهُنَّ بِالْجَلَابِیْبِ اِلَّا عَیْنًا وَّاحِدَةً لِیُعْلَمَ اَنَّهُنَّ حَرَائِرُ"

"ابن عباسؓ اور ابو عبیدۃؓ نے فرمایا: مومنوں کی عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ چادروں سے اپنے سر اور چہروں کو ڈھانپ کر رکھیں، ہاں مگر ایک آنکھ (کھلی رکھ سکتی) ہیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے، وہ آزاد عورتیں ہیں"

ان انتہائی واضح دلائل کے ساتھ ہی پروفیسر صاحب، حضرت شاہ عبدالقادر کی اس تفسیر کو بھی شامل فرمالیں، جس کو سمجھنے سے قاصر رہ کر انہیں گنہگار ہونے کا شرفِ عظیم حاصل ہُوا ہے۔ یعنی:

"پہچانی پڑیں کہ لونڈی نہیں، بی بی ہے صاحبِ ناموس، بدذات نہیں نیک بخت ہے"!

—— اور پھر ہمیں بتائیں کہ انہیں ابنِ حزم کی بات زیادہ پسند ہے یا حضرت عمرؓ بن خطاب کا طرزِ عمل اور حضرت ابنِ عباسؓ، حضرت انسؓ نیز حضرت ابو عبیدۃؓ کے فرامین زیادہ عزیز؟

—— ان تربیت یافتگانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ مذکورہ بالا تمام بزرگوں کے مقابلے میں ابنِ حزم کے ایک ایسے قول کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے، جس میں فلسفہ زیادہ ہے اور دلائل ندارد؟ —— پھر اس فلسفہ کا بطلان بھی واضح حقائق کی روشنی میں کیا جا سکتا ہے (تفصیل آگے آرہی ہے!) اور اگر بالفرض اس فلسفہ کو تسلیم کرنا ہی ہے تو اس کے تحت ابوحیان کا موقف بھی اختیار کیا جا سکتا ہے کہ آزاد عورت کے علاوہ لونڈی کے لیے بھی

چہرے کا پردہ ضروری ہے۔

علاوہ ازیں محلّٰی ابنِ حزم کی عبارت، جس کا ترجمہ پروفیسر صاحب نے گڈمڈ کر کے نقل کیا ہے، اس کے اصل الفاظ یوں ہیں:

"وَاَمَّا الْفَرْقُ بَیْنَ الْحُرَّۃِ وَالْاَمَۃِ فَدِیْنُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاحِدٌ وَالْخِلْقَۃُ وَالطَّبِیْعَۃُ وَاحِدَۃٌ کُلُّ ذٰلِکَ فِی الْحَرَائِرِ وَالْاِمَاءِ سَوَاءٌ حَتّٰی یَاْتِیَ نَصٌّ فِی الْفَرْقِ بَیْنَھُمَا فِیْ شَیْءٍ"

(محلّٰی ابنِ حزم ج ۳ ص ۲۱۸)

کہ "جہاں تک لونڈی اور آزاد عورت کے درمیان فرق کا تعلق ہے، تو اللہ تعالیٰ کا دین ایک ہے، خلقت اور طبیعت میں بھی یہ دونوں برابر ہیں۔ حتیٰ کہ کوئی نص ان دونوں کے درمیان کسی چیز کے فرق پر وارد ہو!"

سو خلقت اور طبیعت میں اگرچہ لونڈی اور آزاد عورت دونوں برابر ہیں، تاہم ان دونوں کی معاشرتی حیثیت میں فرقِ بیّن ہے ——— اور یہ فرق خود اللہ رب العزت نے، جو ان دونوں کا خالق و مالک ہے، اُسی قرآنِ مجید میں بیان فرمایا ہے کہ دینِ اسلام جس سے عبارت ہے ——— ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَۃٍ فَعَلَیْھِنَّ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنٰتِ" (النساء: ۲۵)

کہ "اگر یہ لونڈیاں بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان کو آزاد عورتوں کے مقابلے میں نصف سزا ملے گی!"

جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"طَلَاقُ الْاَمَۃِ تَطْلِیْقَتَانِ وَعِدَّتُھَا حَیْضَتَانِ"

(ترمذی عن عائشہؓ ماجاء طلاق الْاَمَۃِ تَطْلِیْقَتَانِ)

کہ "لونڈی کی طلاق دو طلاقیں ہے اور اس کی عدت دو حیض!"

——— جبکہ آزاد عورت کی طلاق اور عدت کا حکم معلوم ہے۔ واضح رہے کہ پردہ ایک معاشرتی مسئلہ ہے، اور معاشرتی حیثیت کے اعتبار سے لونڈی اور آزاد عورت کے درمیان فرق پر کتاب و سنت سے نصوص ہم نے ذکر کر دی ہیں ——— ان نصوص کے بعد اگرچہ مزید

کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی، تاہم پروفیسر صاحب کے اطمینانِ قلب کی خاطر ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا آزادی اور غلامی میں کچھ فرق نہیں ہے؟ — لونڈی اور غلاموں کے اسلامی معاشرہ میں داخل ہونے کا دروازہ صرف ایک ہے — یعنی اسیرانِ جنگ! — تو کیا ایک جنگی قیدی اور آزاد شہری دونوں برابر ہوتے ہیں؟ — جنگی قیدی بننے سے قبل یہ لونڈی اور غلام اس فوج کے ہم رکاب تھے، جس کا اگر بس چلتا تو پورے لشکرِ اسلام کو تہ تیغ کر دیتی، ان حالات میں ان ہر دو فوجوں کے افراد میں کچھ بھی فرق نہیں، جن میں سے ایک اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے مصروفِ جہاد ہے اور دوسری کفر و شرک اور فتنہ و فساد پھیلانے میں شیطان کی آلۂ کار؟ — کیا کفر اور اسلام، فاتح اور مفتوح دونوں برابر ہیں؟ — اور کیا اس دنیا کا کوئی بھی قانون یا معاشرہ جنگی قیدیوں کو فاتحین کے سے پورے شہری حقوق و مراعات آج تک دے سکا ہے؟ — ہاں یہ تو اسلام کی عدل پروری ہے کہ اس نے اگر مملوکوں کو آزاد شہریوں کے سے حقوق نہیں دیئے تو ان پر وہ پابندیاں بھی عائد نہیں کیں جو ایک اسلامی مملکت میں آزاد شہریوں پر عائد ہوتی ہیں، جس کی ایک ایک مثال ہم نے کتاب و سنت سے اوپر ذکر کر دی ہے!

یہ چند واضح اشارات ہم نے آزاد عورت اور لونڈی کے درمیان فرق کے سلسلہ میں دے دیئے ہیں، اب اصحابِ علم و حکمت کے سامنے ایک وسیع میدان ہے، جس میں وہ سرپٹ عقلی اور نقلی گھوڑے دوڑا سکتے ہیں!

— پروفیسر صاحب، آپ نے لکھا ہے کہ:

> "سلف کا طریقۂ تفسیر یہ رہا ہے کہ قرآن سے مشورہ کرنے کے بعد کوئی مشکل باقی رہ جاتی تو اس کا حل رسولِ خدا کے اقوال و افعال سے تلاش کرتے، تیسرے مرحلے پر صحابہؓ کے اقوال و افعال سے راہنمائی لیتے۔ کیونکہ یہی لوگ قرآن مجید کے پہلے مخاطب تھے اور قرآن کے رموز و حقائق بخوبی سمجھتے تھے!"

چنانچہ ہم نے لونڈی اور آزاد عورت کے درمیان فرق کو قرآنِ مجید سے بھی ثابت کر دیا، فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ارشاداتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی، اتمامِ حجت کا اتمام تو ہو گیا تھا، تاہم آپ کی تسلیٔ طبع کی خاطر ائمہ کے اقوال بھی پیش کر دیئے — پھر ابن حزم کے فلسفے کا جواب بھی حقائق کی روشنی میں دے دیا — اس کے باوجود اگر کوئی حسرت آپ کے دل میں

رہ گئی ہو تو ہم اپنے موقف کے اثبات میں خود آپ ہی کا ایک حوالہ نقل کرتے ہیں — اگرچہ نادانستگی اور جوشِ جذبات میں ہی سہی، تاہم دیکھئے، کتنی عمدہ بات آپ نے کہہ ڈالی ہے آپ نے لکھا ہے کہ:

"یعنی ان کی خواہش کے مطابق، آج کے پاکستانی معاشرے میں چودہ سو سال پہلے کا ماحول پیدا ہو اور چند شریف اور معزز عورتیں ایک آنکھ کھلی رکھ کر گھر سے نکلیں، جبکہ عام مسلمان عورتیں لونڈیوں کی طرح کھلے چہرے کے ساتھ اندر باہر جائیں آئیں"!

اب اس عبارت پر آپ جس قدر غور فرمائیں گے، اسی قدر امام ابنِ حزم سے بھی آپ کی "دوستی" واضح تر ہوتی چلی جائے گی ——— بقولِ شاعر

ع ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اس کا آسماں کیوں ہو؟

——— دیکھا، آپ نے کتنی شرافت سے آزاد عورتوں کو برقع پہنا کر ان پر صرف ایک آنکھ کھلی رکھنے کی قید لگائی ہے، جبکہ لونڈیوں کو کھلے چہرے کے ساتھ اندر باہر جاتے آتے کی اجازت مرحمت فرما دی ہے ؎

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

پروفیسر صاحب، اب جبکہ لونڈی اور آزاد عورت کا فرق آپ پر واضح ہو گیا، آپ تاریخ سے یہ شہادت لے سکتے ہیں کہ "لونڈیاں اس زمانے میں بکثرت باہر آتی جاتی تھیں اور ان کا چہرہ اور ہاتھ کھلے رہتے تھے!" — لیکن جہاں تک آزاد عورتوں کا تعلق ہے، لونڈیوں کے احکامِ ستر و حجاب کو چونکہ ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا — لہٰذا براہِ کرم، مسلمان بہو بیٹیوں کی غیرت و عزت اور شرافت کا نشان برقع، انہیں واپس لوٹا دیں تاکہ وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو اس کے اندر چھپا لیں ——— ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"یَآیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا" (الاحزاب: ۵۹)

——— دعاؤں میں یاد رکھئے گا!

(جاری ہے)